مصحف

نمرہ احمد

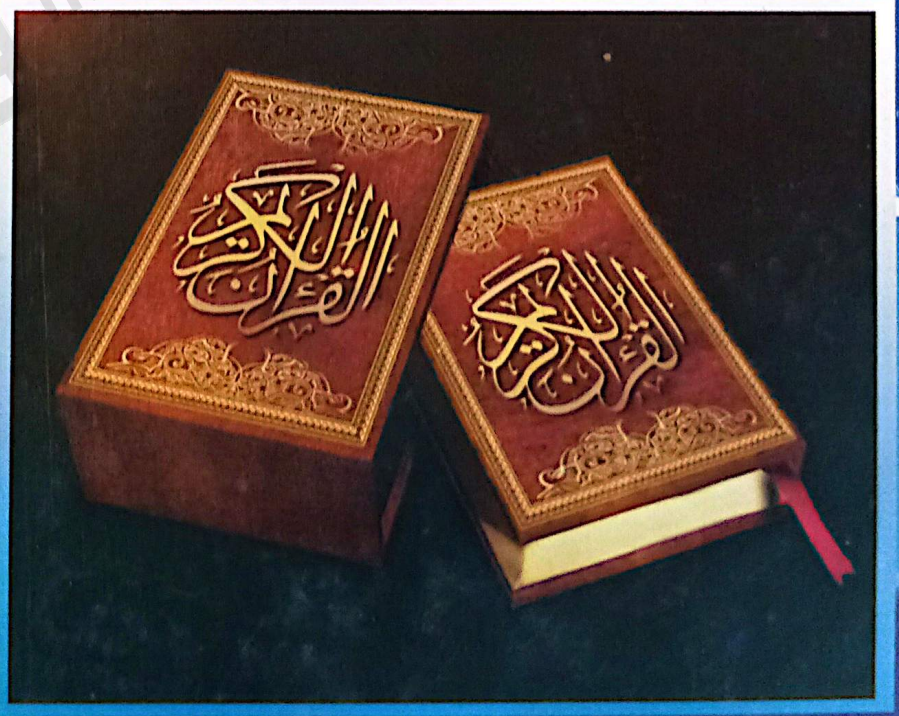

CamScanner

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کے لیے
جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں یہ بڑی کامیابی ہے۔'' (القرآن)

مصحف

نمرہ احمد

maktabaqudusia.com

علم و عرفان پبلشرز
الحمد مارکیٹ، 40-اُردو بازار، لاہور۔
فون: 37232336'37352332 فیکس: 37223584
www.ilmoirfanpublishers.com
E-mail: ilmoirfanpublishers@hotmail.com

CamScanner

انتساب!

میری بہترین دوست

میری بہترین ٹیچر

اور ایک بہت خوبصورت ہستی

سومیہ عزیز

کے نام

ہر اس چیز کے شکریے کے ساتھ

جو آپ میرے لیے کرتی ہیں.....

اور جو کچھ آپ نے مجھے سمجھایا اور سکھایا ہے

میں شاید کسی اور سے نہ سیکھ پاتی.....

maktabaquddusia.com

CamScanner

کچھ ''مصحف'' کے بارے میں

''مصحف'' میرا وہ ناول ہے جس نے مجھے ایک الگ شناخت دی تھی۔ اسے میں نے 2010 میں تب لکھنا شروع کیا تھا جب میں باقاعدہ قرآن مجید کی تفسیر کا کورس کر رہی تھی اور میری سوچ اور نظریات کو قرآن نے بدل کے رکھ دیا تھا۔ قرآن کو لفظ بہ لفظ معنی اور مفہوم کے ساتھ پڑھنے سے مجھے پہلی دفعہ یہ معلوم ہوا تھا کہ یہ ایک زندہ جاوید کتاب ہے۔ جو کبھی پرانی نہیں ہوگی۔ جو کبھی پس منظر میں نہیں جا سکے گی۔ اسی لیے اس کے اندر دیے گئے احکامات ہر دور کے لیے موزوں رہیں گے کیونکہ یہ ہر صدی کے انسان کا ذکر اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اور سب سے بڑھ کے مجھے یہ علم ہوا تھا کہ یہ تصنیف نہیں، بلکہ کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام!

''مصحف'' کو لکھنے کا مقصد محض اتنا تھا کہ جس بات کو میں نے سمجھ لیا ہے اسے میں احسن طریقے سے دوسروں تک پہنچاؤں۔ کہانی کے ذریعے بات سمجھانا قدیم زمانوں سے رائج ایک مؤثر ترین طریقہ ہے۔ مضمون دماغ سے پڑھے جاتے ہیں اور کہانی دل سے۔ اسی لیے وہ دل میں جا کے بیٹھ بھی جاتی ہے۔ دماغ کو بھولنے کی عادت ہوتی ہے مگر دل نہیں بھولتا۔

لوگ پوچھتے ہیں کہ میں کہانی کے ذریعے دین کی تعلیم کیوں دینا چاہتی ہوں؟ تو میرا مدعا صاف واضح ہے۔ میں دین کی تعلیم نہیں دینا چاہتی۔ میں دنیاوی تعلیم بھی نہیں دینا چاہتی۔ ہمارا مقصد اپنے رب سے ہر وقت قریب ہونا ہے۔ اللہ کی طرف جاتا راستہ بہت طویل ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ ہم اسے سارے کا سارا عبور کر لیں۔ ضروری صرف یہ ہے کہ جب ہمیں موت آئے تو ہم اس راستے پہ موجود ہوں۔

یہی مصحف لکھنے کا مقصد تھا۔

یہاں میں **گل فراز صاحب** (ڈائریکٹر علم و عرفان پبلشرز، لاہور) کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی جنہوں نے میری دوسری کتب کی طرح ''مصحف'' کو بھی پورے اہتمام سے چھاپا اور ہمیشہ میرے ساتھ مکمل تعاون کیا۔ میں قارئین سے بھی درخواست کروں گی کہ وہ ہمیشہ مستند پبلشرز سے ہی کتاب خریدیں تاکہ پائریسی کا سدباب کیا جا سکے۔

دعاؤں کی طالب

نمرہ احمد

فروری 2018ء

maktabaquddusia.com

CamScanner

سنہری صبح بھیگ رہی تھی جب وہ سست روی سے چلتی بس اسٹاپ تک پہنچی۔ کندھے پہ بیگ لٹکائے، ہاتھ میں پانی کی چھوٹی بوتل پکڑے، چہرے پہ ڈھیروں بے زاری لئے وہ بینچ کے قریب آئی، جہاں بیٹھ کر وہ روز دس منٹ بس کا انتظار کرتی تھی۔

اس نے بیگ ایک طرف رکھا اور بینچ پہ بیٹھ گئی۔ پھر ایک ہاتھ سے جمائی روکتے ہوئے دوسرے سے بوتل کھول کر لبوں سے لگائی۔ گرمی آج کل بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ صبح ہی صبح اسے پسینہ آنے لگا تھا۔ 'جانے آگے کیا ہوگا۔' وہ گھونٹ بھرتی بے زاری سے سوچ رہی تھی۔ چہرے پر بھی وہی اُکتائے ہوئے تاثرات تھے، جیسے دنیا بھر سے خفا ہو۔ سنہری پیشانی پہ مستقل پڑے بل اور کانچ سی خوب صورت بھوری سنہری آنکھوں میں چھائی خفگی..... کچھ تھا اس میں، جو اسے سارے میں یکتا بناتا تھا۔ لمبے کُرتے اور جینز میں ملبوس، رسّی کے مانند دوپٹہ مفلر کے انداز میں گردن سے لپیٹے، ٹانگ پہ ٹانگ رکھے وہ پاؤں جھلاتی، تنقیدی نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ اور تب ہی اسے احساس ہوا کہ وہ سیاہ فام لڑکی آج بھی بینچ پہ اس کے ساتھ بیٹھی ہے۔

ان دونوں کے درمیان اس کا بیگ رکھا تھا اور اس وقت وہ سیاہ فام لڑکی سر جھکائے، نگاہ ترچھی کئے اس کے بیگ کو دیکھ رہی تھی، جہاں جگہ جگہ چاک اور وائٹنر سے اس نے اپنا نام لکھ رکھا تھا۔

''محمل ابراہیم..... محمل ابراہیم..... Mehmil Ibrahim۔''

آڑا ترچھا، چھوٹے بڑے ہر انداز میں یہی لکھا تھا۔ وہ لڑکی کبھی کبھی ہی اس کے بیگ کو دیکھتی تھی، مگر محمل کے تو روز کے دس منٹ اس سیاہ فام لڑکی کا جائزہ لیتے ہی گزرتے تھے۔

وہ بھی عجب پُراسرار کردار تھی۔ یہاں اسلام آباد میں سیاہ فام نظر آ ہی جاتے تھے، مگر وہ اپنے جیسوں سے مختلف تھی۔ سر پہ رومال باندھ کر گردن کے پیچھے گرہ لگاتی اور نیچے اوورکوٹ، موٹے ہونٹ، سیاہ رنگت..... مگر چمکیلی آنکھیں..... کوئی ایسی چمک تھی ان میں کہ محمل کبھی ان آنکھوں میں دیکھ نہ پائی تھی، ہمیشہ نگاہ چرا جاتی۔ شاید ڈیڑھ مہینہ قبل سے وہ اسے اپنے مخصوص اوقات میں اسٹینڈ پہ دیکھتی تھی۔ اور ان ڈیڑھ ماہ میں اُس کا انداز ہمیشہ یکساں رہا تھا۔

کمر سیدھی رکھے الرٹ سی بینچ پہ بیٹھی، خاموشی سے سامنے سیدھ میں دیکھتی وہ بہت چُپ سی لڑکی معلوم نہیں کون تھی۔ اور پھر اس کی وہ پراسرار کتاب.....! سیاہ جلد والی بھاری سی کتاب، جس کا سیاہ سرورق بالکل خالی تھا، اس کی گود میں دھری ہوتی اور کتاب کے کناروں پر اس کے سیاہ ہاتھ مضبوطی سے جمے ہوتے۔ اس کے انداز سے کچھ خاص جھلکتا تھا۔ کتاب کی حفاظت کا احساس یا شاید اس کے بیش قیمت ہونے کا۔

کتاب بالشت بھر موٹی تھی۔ صفحوں کے جھلکتے کنارے پیلے اور خستہ لگتے تھے، جیسے کوئی بہت قدیم کتاب ہو، سینکڑوں برس پرانا کوئی نسخہ ہو۔ کچھ تھا اس میں۔ کوئی قدیم راز، کوئی پُراسرار کتھا۔ وہ جب بھی اس کتاب کو دیکھتی، یہی سوچتی، اور آج جانے کیا ہوا، وہ اس خاموش سی لڑکی سے مخاطب ہو ہی گئی۔ شاید تجسس عاجز کر رہا تھا۔

''ایکسکیوزمی! ایک بات پوچھ سکتی ہوں؟''

جاتی تم، ہاں؟''

''انگلینڈ۔'' وہ آرام سے ٹانگ پہ ٹانگ رکھے پاؤں جھلا رہی تھی۔

''کیا مطلب؟'' وہ سب چونکے۔

''میں نے اسکالرشپ کے لئے اپلائی کر دیا ہے اور بہت جلد میں تو اماں کو لے کر انگلینڈ چلی جاؤں گی، سو آپ ابھی سے ملازم ڈھونڈنا شروع کر دیں۔ آپ بیٹھیں، میں ذرا کچن دیکھ لوں.....'' وہ اٹھ کر کچن کی طرف چلی آئی، جانتی تھی کہ ان کے سروں پہ بم پھوڑ کر آئی ہے۔ مگر اس وقت ان سب کو ستانے کا دل کر رہا تھا۔

کھانے پہ ہی اس کی پیشی ہو گئی۔

''تم نے کون سی اسکالرشپ کے لئے اپلائی کیا ہے؟ مہتاب بتا رہی تھی، کیا بات ہے؟'' آغا جان نے جیسے ایک دم یاد آنے پہ کھانے سے ہاتھ روک کر پوچھا۔

''اسکالرشپ؟'' آرزو نے ابرو اٹھائی۔ ندا اور سامیہ باتیں کرتی ٹھٹک گئیں۔ فضہ چچی نے حیرت سے گلاس رکھا اور فوادلقمہ منہ میں ڈالتے ہوئے بری طرح چونکا تھا۔

باقی سب بھی ایک دم رُک کر اسے دیکھنے لگے، جو بہت اطمینان سے بازو بڑھا کر رائتے کا ڈونگا اٹھا رہی تھی۔

''جی آغا جان! برٹش ہائی کمیشن کی طرف سے کچھ اسکالرشپس اناؤنس ہوئی تھیں، ماسٹرز کے لئے۔ میں نے اپلائی کر دیا۔'' اب وہ بڑا چمچہ بھر کر رائتہ، چاولوں پر ڈال رہی تھی۔ ''اُمید ہے جلد ہی مل جائے گی۔ پھر میں انگلینڈ چلی جاؤں گی۔ سوچ رہی ہوں، وہیں ساتھ ساتھ جاب وغیرہ بھی کر لوں۔ آخر خرچے بھی تو پورے کرنے ہوتے ہیں نا!'' چمچہ چاولوں میں ہلا کر رائتہ مکس کرتے اس نے لاپروائی سے اطلاع دی اور اسے لگا تھا کہ ابھی گھر بھر میں طوفان کھڑا ہو جائے گا، مگر.....

''ہوں، ویری گڈ۔ ضرور اپلائی کرو۔'' آغا جان پھر سے کھانے کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ اب کہ حیران ہونے کی باری محمل کی تھی۔ اس نے لمحے بھر کو ٹھٹک کر انہیں دیکھا اور پھر سنبھل کر بولی۔

''تھینک یُو آغا جان!''

اس کے الفاظ پہ جہاں مسرت اطمینان سے کھانے لگیں، وہاں ٹیبل پہ بہت سے لوگوں کی خاموش معنی خیز نگاہوں کے تبادلے ہوئے تھے۔

وہ سر جھکائے چاول کھاتی رہی۔ اُمید تو نہ تھی کہ وہ کوئی ڈراما کھڑا نہ کریں گے مگر وجہ بھی فوراً سمجھ میں آ گئی۔ وہ باہر چلی جائے تو ان سے جائیداد میں سے حصہ کون مانگنے کھڑا ہو گا؟ ان کے لئے تو اچھا ہی تھا کہ وہ چلی جائے۔

'ایسے تو نہیں چھوڑوں گی تم لوگوں کو میں۔ چلی بھی گئی تو ایک دن ضرور واپس آؤں گی، اور اپنا حصہ طلب کروں گی۔ اور تم سب کو ہراس عدالت میں گھسیٹوں گی، جہاں جانے سے تم خوف کھاتے ہو۔' اس نے دل ہی دل میں تہیہ کیا تھا اور پھر جب پانی کا جگ اٹھانے کو سر اٹھایا تو یکدم چونکی۔

بے تو جہی سے کھانا کھاتا فواد اسے ہی دیکھ رہا تھا، اسے سر اٹھاتا پا کر فوراً اپنی پلیٹ پہ جھک گیا اور بعد میں پھپھو نے کتنا ہی ''میری فائقہ نے آج پڈنگ بنائی ہے'' کہہ کر اسے روکنا چاہا، وہ کرسی دھکیل کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''مجھے کام ہے، میں چلتا ہوں۔''

''ہاں بیٹا! تم کام کرو۔'' مہتاب نے بھی فوراً اس کی تائید کی تھی۔ ادھر پھپھو ہائیں ہائیں کرتی رہ گئیں اور وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔ محمل کا دل یکدم اُداس سا ہو گیا تھا۔ پتہ نہیں کیوں۔

''ان لوگوں کو اس شخص کی خبر پڑھ کر سناؤ جس کو ہم نے اپنی آیات دی تھیں۔ جس کو ہم نے اپنی ''آیات'' دی تھیں۔ پھر وہ ان سے نکل بھاگا تو اس کے پیچھے شیطان لگ گیا، تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔''

فرشتے کی بھوری آنکھوں میں بے چینی اُبھری تھی۔ ''محمل! میری بات سنو۔''

مگر وہ نہیں سن رہی تھی۔ وہ پتلیوں کو حرکت دیئے بنا نگاہیں اس پہ مرکوز کئے کہتی جا رہی تھی۔

''تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔'' اس کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ ''اور اگر ہم چاہتے تو اسے ان ہی آیات کے ساتھ بلندی عطا کرتے، لیکن وہ زمین کی طرف جھک گیا۔''

''محمل! چپ کرو۔'' وہ زیر لب بڑبڑائی تھی، مگر محمل کی آواز اونچی ہو رہی تھی۔

''لیکن وہ زمین کی طرف جھک گیا اور اس نے اپنی خواہشات کی پیروی کی۔ تو اس کی مثال کتے جیسی ہے۔ تو اس کی مثال کتے جیسی ہے۔ اگر تم اس پہ حملہ کرو تو وہ زبان باہر نکالتا ہے، یا تم اس کو چھوڑ دو، تو بھی وہ زبان باہر نکالتا ہے۔''

''خاموش ہو جاؤ!..... خدا کے لئے خاموش ہو جاؤ۔'' اس نے تڑپ کر محمل کے منہ پہ ہاتھ رکھنا چاہا۔ اس کا دوپٹہ کندھوں سے پھسل گیا تھا، کھلے بال شانوں پہ آ گرے تھے۔

محمل نے سختی سے اس کا ہاتھ جھٹکا۔ اسی میکانکی انداز میں اسے دیکھتی پڑھتی جا رہی تھی۔

''جسے اللہ ہدایت بخشے، پس وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے اللہ بھٹکا دے، بس وہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں۔''

اس کے ہاتھ بے دم ہو کر اپنی گود میں آ گرے تھے۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھتی، گھٹنوں کے بل اس کے قدموں میں گری تھی۔

''بے شک ہم نے جہنم کے لئے بہت سے جنوں میں سے اور بہت سے انسانوں میں سے پیدا کئے ہیں، ان کے لئے دل ہیں۔ وہ ان سے کچھ نہیں بھی سمجھتے اور ان کے لئے آنکھیں ہیں، وہ ان سے کچھ بھی نہیں دیکھتے۔ اور ان کے لئے کان ہیں۔ وہ ان سے کچھ بھی نہیں سنتے۔ یہی لوگ مویشیوں کی طرح ہیں، بلکہ یہ تو زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں، جو غافل ہیں۔ جو غافل ہیں، جو غافل ہیں۔'' وہ کسی معمول کی طرح بار بار وہی الفاظ دہرا رہی تھی۔

فرشتے سفید چہرہ لئے، بے دم سی بیٹھی تھی۔ اس کے لب ہولے ہولے کپکپا رہے تھے۔ محمل نے آہستہ سے پلک جھپکی تو دو آنسو ٹوٹ کر اس کی آنکھوں سے گرے۔

''اور اسی طرح ہم کھول کھول کر آیات بیان کرتے ہیں، شاید کہ وہ پلٹ آئیں۔''

اس نے وہیل چیئر کے پہیوں کو دونوں اطراف سے تھاما اور اس کا رخ کھڑکی کی طرف موڑا۔ وہ آہستہ آہستہ وہیل چیئر کو کھڑکی کی طرف بڑھانے لگی تھی۔

فرشتے پیچھے بیٹھی رہ گئی تھی۔ محمل نے پلٹ کر اسے نہیں دیکھا۔ وہ ابھی پلٹنا نہیں چاہتی تھی۔

''اور اسی طرح ہم کھول کھول کر آیات بیان کرتے ہیں، شاید کہ وہ پلٹ آئیں۔'' وہ کھڑکی کے پار دیکھتے ہوئے زیر لب بڑبڑائی تھی۔

فرشتے سے مزید کچھ سنا نہیں گیا۔ وہ تیزی سے اُٹھی اور منہ پہ ہاتھ رکھے بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی۔

محمل اسی طرح نم آنکھوں سے باہر چمکتی بجلی کو دیکھتی رہی۔

◆◆◆

وہ تب بھی کھڑکی کے سامنے بیٹھی تھی، جب ہمایوں کی گاڑی اندر آئی۔ اور تب بھی، جب رات ہر سُو چھا گئی۔ اُس کی اس گھر میں آخری رات..... اور وہ اسے سکون سے گزارنا چاہتی تھی۔ تب اس نے بلقیس کو بلوایا، جس نے اسے بستر پہ لیٹنے میں مدد دی۔ پھر